ربط سور و آیات کی تحریری و تقریری خدمات میں مولانا حسین علی الوانیؒ اور مولانا حمید الدین فراہیؒ کا تقابلی جائزہ

A Comparative Analysis of Maulana Hussain Ali Alwani and Maulana Hamiduddin Farahi's Written and Oral Contributions to the Interpretation of Quranic Chapters and Verses

Saima
Ph.D. Scholar in Islamic Studies, Qurtuba University of Science & Information Technology, Peshawar
Email: saimajcwuop@gmail.com

Dr. Zia Ullah
Professor in Islamic Studies, Qurtuba University of Science & Information Technology, Peshawar
Email: drziaullah03@gmail.com

ISSN (P):2708-6577
ISSN (E):2709-6157

Abstract

The Holy Qur'an, which is the source of guidance for the people in the Hereafter, contains numerous subjects which are closely related to each other. In fact, it is a miracle of the Holy Qur'an that its subjects are linked together in such a way that the mind of the reader cannot even have a suspicion of boredom ad he would get opportunities to extract many pearls from this boundless sea. is If it is considered, language and connection are necessary for each other, so if this connection is not in the speech of the creature, it will be devoid of effect and it will not have any importance in the eyes of people. In the same way, the word of God cannot be unrelated because it is the word of Allah, the Exalted, in which each chapter has a link with another chapter and each verse has a link with another verse like a chain. And this is a good sign of the coherence and eloquence of this speech. Therefore, the commentators also did not leave the foot of connection and compatibility and described the connection and compatibility of each surah with the first and subsequent surahs, for example, they write about Surah Al-Baqara that Tawheed in Surah Al-Fatiha before it. was briefly mentioned, so there is a detailed mention of Tawheed in this Surah, guidance was prayed for in Surah Al-Fatiha, while in Surah Al-Baqarah, acceptance is also included with supplication. Similarly, in the first Surah, the straight path was mentioned, while in Surah Al-Baqarah, it is guided towards it through the Book of Dhul-Katab.

Keywords: *Maulana Hussain Ali Alwani, Maulana Hamiduddin Farahi's, Quran, Tafseer, Quranic Chapters, Verses*

قرآن کریم جو کہ تا قیامت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ ہے اپنے اندر بے شمار مضامین سموئے ہوئے ہے جن کا آپس میں ایک گہرا ربط ہے۔ درحقیقت یہ قرآن کریم کا اعجاز ہی ہے کہ اس کے مضامین آپس میں ایک ایسی لڑی کے طور پر منسلک ہیں کہ قاری کے ذہین میں بوریت کا شائبہ تک نہیں آسکتا اور وہ اس سمندر بے کنارہ سے بیش بہا موتی نکالنے کے مواقع حاصل کر لیتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو لسان اور ربط ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم ہیں لہذا اگر یہی ربط مخلوق کے کلام میں نہ ہو تو وہ اثر سے خالی ہو گی اور لوگوں کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہو گی پس جس طرح ربط مخلوق کے کلام کے لیے بھی ضروری ہے اسی طرح کلام الٰہی تو بے ربط ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ تو اللہ رب العزت کا کلام ہے جس کی ہر سورت کا دوسری سورت کے ساتھ اور ہر آیت کا دوسری آیت کے ساتھ ایک ربط موجود ہے ایک زنجیر کی مانند ہے اور یہی اس کلام کے مربوط ہونے اور فصاحت و بلاغت میں بے مثال ہونے کی عمدہ نشانی ہے۔ لہذا مفسرین کرام نے بھی ربط و مناسبت کا دامن نہیں چھوڑا اور ہر

سورت کا اس سے پہلی اور بعد میں آنے والی سورت کے ساتھ ربط و مناسبت کو بیان کیا مثلاً سورۃ البقرۃ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس سے ما قبل سورۃ سورۃ الفاتحہ میں توحید کا اجمالی ذکر کیا گیا تھا لہٰذا اس سورۃ میں توحید کا تفصیلی ذکر موجود ہے، سورۃ الفاتحہ میں ہدایت کی دعا کی گئی تھی جبکہ سورۃ البقرہ میں دعا کے ساتھ قبولیت بھی شامل ہے۔اسی طرح پہلی سورۃ میں صراط مستقیم کا ذکر تھا جبکہ سورۃ البقرہ میں ذلک الکتاب کے ذریعے سے اسی کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔([1])

تعارف

لفظ "ربط "اسمِ مصدر ہے اور اس کا مادہ ر، ب، ط ہے جو کہ نَصَرَ یَنصُرُ اور ضَرَبَ یَضرِبُ دونوں ابواب سے مستعمل ہے جیسے رَبَطَ یَربُطُ اور رَبَطَ یَربِطُ لغت میں ربط کے معنی "جوڑنا، باندھنا اور مضبوط" کرنے کے ہیں۔ ابنِ منظور افریقی (متوفی) لسان العرب میں فرماتے ہیں "رَبَطَ الشیءُ یَربِطُه وَ تَربِطه فَهوَ اَمَرَ مَربُوط وَ رَبِیطًا ای شَده" ([2]) یعنی ربط ان سب مذکورہ معنوں میں مستعمل ہے اور ابن منظور نے اشارہ کیا ہے کہ اس باب سے اسمِ مفعول یعنی مربوط اور صفت مشبہ بھی مستعمل ہے۔

علم ربط و مناسبت چونکہ ایک وسیع علم ہے لہٰذا مفسرین کرام کی کثیر تعداد اس علم کی طرف متوجہ ہوئی جن میں امام فخر الدین رازیؒ، امام ابو بکر نیشاپوریؒ کے نام سر فہرست ہیں اور برصغیر کے مفسرین میں سے مولانا حسین علی الوانیؒ اور مولانا حمید الدین فراہیؒ کو اس علم میں اولیت کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح مولانا امین احسن اصلاحیؒ کے ہاں اس علم ربط و مناسبت کا نام " نظمِ قرآن " ہے جو کہ اس علم کے لزوم و وقوع کے قائل ہیں البتہ مولانا حمید الدین فراہیؒ اور مولانا حسین علی الوانیؒ کے نزدیک تھوڑا سا فرق ضرور پایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ مولانا حمید الدین فراہیؒ کے نزدیک قرآنی سورتیں موضوعاتی وحدت کے اعتبار سے مختلف گروپس میں منقسم ہیں جبکہ مولانا حسین علی الوانیؒ کے نزدیک ہر سورت ایک اکائی ہوتے ہوئے دوسری سورت کے ساتھ مربوط ہے۔ مولانا حسین علی الوانیؒ سورتوں کے مجموعے کے دعویٰ یعنی مرکزی مضمون کی یکسانیت کا قول اختیار فرماتے ہیں مثلاً سورۃ یٰسین کا ربط و مناسبت ما قبل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سورۃ سبا میں شفاعتِ قہری کا مضمون ذکر ہوا ہے اور سورۃ یٰسین، سورۃ صافات، سورۃ ص، اور سورۃ زمر کا کچھ حصہ سورۃ سبا پر مرتب ہے یعنی ان سورتوں میں نفی شفاعت قہری کا مضمون بطریق ترقی ذکر کیا گیا ہے۔ سورۃ سبا میں اس دعویٰ کے بارے میں مشرکین کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ سورہ یٰسین میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مزعومہ سفارشی جب مشرکین کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتے تو وہ شفیع کیسے بن گئے؟

ربط سور و آیات میں مولانا حسین علی الوانیؒ کے تحریری و تقریری خدمات:

مولانا حسین علی الوانیؒ جن کا اصل نام حضرت مولانا حسین علی بن محمد بن عبد اللہ تھا چودھویں صدی ہجری کے ممتاز عالم دین، مفسر، داعی توحید و سنت اور شیخ طریقیت 1283ھ / 1866ء یا 1877ء میں میانوالی کے ایک ضلع بھچراں کے ایک زمیندارانہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے ہی داؤں کے قریب موضع شادیا میں حاصل کی اور بعض ابتدائی کتابوں کے پڑھنے کا شرف اپنے والد ماجد سے حاصل ہوا۔ 1302ھ میں سند حدیث کو حاصل کرنے کے لیے استادِ محترم قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ([3]) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور اس کے بعد کچھ عرصہ تک مولانا محمد مظہر نانوتویؒ([4]) سے تفسیر قرآن کا درس لیا اور 1304ء میں منطق و فلسفہ کی تکمیل کے لیے مولانا محمد احسن کانپوریؒ کی شاگردگی اختیار کر کے اپنے وطن واپس لوٹے۔

مولاناؒ نے جس علاقے میں آنکھ کھولی اسلامی تعلیمات اور ناخواندگی سے عدم واقفیت کے سبب شرک و بدعت کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا لہٰذا آپؒ نے اپنی محنتِ شاقہ سے مختلف مصائب کا سامنا کرتے ہوئے اس علاقہ میں قرآنی تعلیمات کے ذریعے سے توحید کی شمع کو روشن کیا۔ آپؒ کے ہاں طلباء دور دراز علاقوں سے استفادہ حاصل کرنے کے لیے آتے تھے جن کے اخراجات آپؒ خود کھیتی باڑی کر کے پورا فرماتے۔ آپؒ کے درس میں بہت علماء و طلباء شریک ہوتے تھے تقریباً نصف صدی سے زیادہ آپؒ نے قرآن کریم کی تدریس فرمائی ہے۔ اس لئے آپؒ قرآن کریم

کو مربوط پڑھایا کرتے تھے خصوصاًسور و آیات میں ربط بیان کرنا ،ان کا خصوصی امتیاز تھا۔ تقریرًا دوران درس بھی ہر سورت کا دوسری سورت کے ساتھ کئی روابط کو بیان فرماتے تھے جیسے ان کے شاگردون نے ان سے تحریرًا نقل کیا ہے کیونکہ مولانا حسین علیؒ نے زیادہ وقت تقریر وتدریس قرآن کو دیا تھا، جس میں انہوں نے کافی وقت تقریری خدمات سر انجام دی تھیں ۔ انکے ہونہار اور فاضل رشید شیخ غلام اللہ خانؒ جنہوں نے 40سال سے زائد عرصہ تک اپنے استاد کے طرز و منہج پر درس قرآن دیا لہذا ان کی تحریر بعینہ اپنے استاد محترم کی تقریر ہے۔ جس میں انہوں نے سورتوں کے درمیان ربط و مناسبت کو نہ صرف بیان فرمایا بلکہ اس کو ایسا عمیق انداز بیان بھی دیا کہ اس میں کوئی تکلف باقی نہ رہا اور بلا تکلف عقل خود بخود اس کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ تفسیر "جواہر القرآن" مولانا حسین علیؒ کے تقریر وتدریس کا وہ مجموعہ ہے جس سے ربط سور و آیات کے خصوصی اہتمام کا پتہ چلتا ہے۔

آپؒ کی مہارت کے بارے میں علماء کرام فرمایا کرتے تھے کہ مولانا حسین علیؒ کا تو اوڑھنا بچھونا قرآن ہی تھا، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا مظہر نانوتویؒ جیسے باخدا، ربّانسین اور عمیق النظر علماء سے آپ نے قرآن کریم کو سبقًا سبقًا پڑھا اور بلا مبالغہ سینکڑوں دفعہ جید علماء کرامؒ کو پڑھایا۔ آپؒ قرآن مجید کے اسرار و رموز اور معانی و معارف و مبانی سے خوب واقف تھے۔ مسئلہ توحید اور اتباع سنت کو قرآن کریم نے جو اہمیت دی ہے اسے آپ اچھی طرح جانتے تھے، قرآن کریم نے تبلیغ وارشار کے جو طریقے تعلیم دیئے تھے اس سے آپؒ خوب واقف تھے عرض یہ کہ قرآن فہمی ہی نے ان کے اندر تبلیغ توحید کا یہ شغف پیدا کیا تھا۔

مولانا احمد علی لاہوری نےؒ ایک دفعہ فرمایا کہ: "مولانا حسین علیؒ بہت بلند پایہ انسان تھے وہ فنافی التوحید تھے اور قرآن کریم کی حرکات وسکنات سے بھی اللہ تعالیٰ کی توحید ثابت کرتے تھے۔ حضرت لاہوریؒ حضرت مولانا حسین علیؒ کے علم وفضل سے اور فہم قرآن سے بخوبی آگاہ تھے بلکہ برملا اس کا اعتراف واقرار فرماتے تھے۔ مولانا عبید اللہ انورؒ جو کہ مولانا لاہوریؒ کے بیٹے ہیں نے فرمایا کہ میرے والدؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ انجمن خدام الدین کے جلسوں میں دیگر علماء کرام کو اس لئے بلاتا ہوں تاکہ عوام ان سے مستفید ہو، لیکن حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا حسین علیؒ کو اس لئے بلاتا ہوں تاکہ علماء کرام ان سے استفادہ کریں"۔([5])

مذکورہ بالا حوالہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مولانا حسین علیؒ خداد فہم وفراست سے قرآن کریم کو جس طرح سمجھتے تھے اسی طرح انہوں نے درس وتدریس کے ذریعہ سے بیان بھی فرمایا اسی لئے اس مذکورہ تفسیر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا غلام اللہ خانؒ نے ان کے تقریری الفاظ کو تحریر میں لا کر ترتیب دیا اور دیگر مفسرین کرام کے تفاسیر سے بھی بعض جگہ عمومًا اور ربط و آیات میں خصوصًا حوالے دے کر اپنے استاد محترم کی تفسیر کو مزین کیا۔([6])

اس طرح مولانا حسین علیؒ کے طرز تفسیر پر عمومًا اور ربط سور و آیات پر خصوصًا "تفسیری مجموعہ بلغۃالحیران" کا اثر ہے۔ اگرچہ اس تفسیر سے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ یہ مولانا حسین علیؒ کی تصنیف ہے لیکن صحیح قول کے موافق یہ ان کے تقریری دروس کا وہ مجموعہ ہے جس کو ان کے دو معتمد شاگردوں نذر شاہ عباسیؒ اور شیخ غلام اللہ خانؒ نے آپؒ کے تقریری فوائد و نکات جو کہ انہوں نے دوران درس فرمائی تھے قلمبند کئے تھے اور بلغۃالحیران کے نام سے چھپوایا۔

اسی طرح حضرت مولانا حسین علیؒ کے تقریرات کا ایک اور مجموعہ "البنیان فی ربط القرآن بالمعروف بہ تفسیر بےنظیر" ہے جس کو ان کے شاگردوں نے ان کی تفسیری لطائف کے ساتھ ساتھ زیادہ زور ربط سور و آیات پر دیا اور اسے استاد محترم کی تقریری خدمات میں شامل بھی کیا۔

حضرت مولانا حسین علیؒ کے شاگرد رشید اور خلیفہ مجاز حضرت مولانا طاہرؒ جنہوں نے تفسیر قرآن کو دو شخصیات سے پڑھا تھا ایک مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور دوسرا شخصیت حضرت مولانا حسین علیؒ ہیں۔ جس کے طرز و منہج کو حضرت مولانا طاہر دیوبندیؒ نے اپنا کر انہی کے طرز و منہج پر قرآن

کریم کا ترجمہ اور تفسیر پڑھایا کرتے تھے اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے تمام عمر و صلاحیت نامہ قرآن فہمی میں گزارا ہے تو مبالغہ نہیں ہو گا۔ انہوں نے بھی مولانا حسین علیؒ کے افادات کو جمع کر کے ربط و مناسبت سو و آیات پر کافی کام کیا۔ ان کی اس موضوع پر تحریر کردہ کتاب "سمط الدرر فی ربط الایات والسور" ہے جو کہ عربی زبان میں تحریر کی گئی ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ قرآن کریم کی سورتوں کے درمیان جو مناسبات ہیں انہوں نے اس کتاب میں بیان فرمائے۔ کتاب کی مزید خوبصورتی یہ ہے کہ صاحب تالیف نے کسی ایک یا دو ربطوں اور مناسبتوں پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اکثر سورتوں کی کئی کئی مناسبات بیان کئے ہیں جس کے ضمن میں مولانا حسین علیؒ کے علمی ذوق و مہارت درباره ربط و مناسبت اور ان کے خدمات تقریری و تحریری مترشح ہوتی ہیں۔ (7)

قاضی شمس الدین صاحبؒ:

مولانا حسین علیؒ کے ایک اور ہونہار شاگرد مولانا قاضی شمس الدینؒ تھے۔ جنہوں نے مولانا حسین علیؒ کے تقریری افادات کو تحریر کے قالب میں ڈالا اور اپنی محنت اور کوشش سے "انوار البیان فی اسرار القران" کے نام سے تفسیر قرآن لکھی جو کہ تفسیر جلالین کے طرز و منہج پر ہے اور ربط سور و آیات اس کی امتیازی شان ہے۔ لہذا انہوں نے اس تفسیر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ فیض و فیضان مولانا حسین علیؒ کا ہے جن کے شاگرد کو اللہ تعالیٰ نے فہم قرآن نصیب فرمایا اور انھوں نے اپنے استاد محترم مولانا حسین علی الوانیؒ کے تقاریر کو تحریر کے شکل میں پیش کیا۔ (8)

مولانا عبد الھادی شاہ منصوریؒ:

مولانا حسین علی الوانیؒ کے شاگرد جنہوں نے اسی طرح مولانا حسین علیؒ کے پاس 1362ھ میں تفسیر قرآن کریم پڑھا اور ان کی شاگردگی کا حق ادا کیا، اور اپنے استاد و شیخ کے علوم کی نشر و اشاعت میں مصروف ہوئے اور تقریباً 61 سال درس قرآن یعنی دورہ تفسیر قرآن پڑھایا اور اپنے شیخ و استاد کے افادات کو جمع کر کے ایک تفسیر قرآن بنام "تفسیر البرھان فی مشکلات القرآن" مرتب فرمائی جس میں انہوں نے دیگر نکات اور قرآن کریم کی مشکل آیات کی تفسیر و تشریح کے ساتھ ساتھ مولانا حسین علی الوانیؒ کے افادات در ربط و مناسبت سور و آیات کا خصوصی التزام فرمایا، خصوصاً وہ ربط و مناسبت جن کو مولانا حسین علیؒ نے اپنے حلقہ درس میں طلباء کو تقریری انداز میں پڑھایا لہذا انہی تقاریر کو مولانا عبد الھادی شاہ منصوریؒ نے تحریر کے قالب میں ڈال کر اہل علم کے سامنے پیش کیا اور اپنے لئے اور اپنے استاد کے لئے ذکر خیر اور صدقہ جاریہ فرمایا۔

مولانا سرفراز صفدرؒ

مولانا حسین علی الوانیؒ کے ایک اور شاگرد جس کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی صلاحیت سے بخشا تھا اور کافی کتابوں کے مصنف بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر فن میں بڑا ملکہ بھی عطاء فرمایا تھا۔ انھوں نے مولانا حسین علیؒ سے علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنیہ بھی حاصل کئے اور پھر ان علوم کی نشر و اشاعت اپنے استاد کے طرز و منہج پر کی۔ جس طرح ان کے استاد کو علوم سماویہ میں مہارت حاصل تھی انھیں بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ آپؒ نے شروع ہی سے مولانا حسین علیؒ سے قرآن کریم کو اس دور میں پڑھا جس میں مولاناؒ کے پاس ہزاروں شائقین علوم قرآنیہ میں اپنی پیاس بجھانے کے لئے دورۂ تفسیر میں شرکت کرتے۔ لہذا آپؒ نے بھی اس دور سے فائدہ اٹھایا اور یہی شوق لے کر ان کے دورہ تفسیر قرآن میں شریک ہوئے۔ آپؒ دیدہ و دل ان کے اتباع سنت میں ڈوبی ہوئی زندگی پر نچھاور اور قربان کر کے چلے آئے۔ اس کے بعد آپؒ نے اپنے استاد کے علوم کو عوام و خواص تک پہنچایا اور دوران تفسیر یہی فرمایا کرتے تھے کہ میرے استاد محترم نے اس کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے اور فرماتے کہ ہمارے استاد محترم حضرت مولانا حسین علیؒ نے اس کا ربط و مناسبت اس طرح بیان کیا۔ عرض یہ کہ آپؒ کے الفاظ اور انداز میں اپنے استاذ کے ساتھ جس سچی اور والہانہ عقیدت و محبت کا اظہار نمایاں ہوتا تھا اور سننے والا بآسانی آپ کی دلی کیفیت کا اندازہ کر سکتا تھا۔ اسی طرح مولانا سرفراز خان صفدرؒ نے مولانا حسین علیؒ سے تفسیر میں شرف تلمذ و اجازت حاصل کیا تھا اور انہی کے اسلوب و طرز پر انہوں نے زندگی اپنے تلامذہ اور خوشہ چینوں کو قرآن و حدیث کے علوم و تعلیمات ست بہرور کرنے کی مسلسل محنت کی۔ (9)

مذکورہ عبارات سے یہ بات روزروشن کی طرح معلوم ہوئی کہ مولانا حسین علیؒ کے ربط سوروآیات میں کافی حد تک جو تقریری اور تحریری خدمات ہیں یہ ان کی درس وتدریس کی بدولت ہی ہیں لیکن ان کا طرز و انداز اور منہج یہی تھا کہ قرآن کو مربوط کرکے بیان فرمایا کرتے تھے اور پھر ان کے پاس پوری عالم سے ہونہار اور ذہین طلباء وعلماء کرام آکر انہی کے طرز کے مطابق سیکھتے اور لکھتے تھے، جس کی بدولت ان تقریر خود بخود تحریر میں تبدیل ہوگی اور پھر ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے تفسیر قرآن کے میدان میں ایک امت جیسے خدمات بھی لی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ ان کے تلامذہ کا حلقہ مولانا حسین علیؒ سے اتنا متاثر تھا کہ انہی الفاظ اور اداء، طرز و منہج کے ساتھ ساتھ ربط سوروآیات کو بیان فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے ایک ہی حوالہ پر راقمہ اکتفاء کرے گی اور وہ یہ کہ مذکورہ مولانا سرفراز خان صفدرؒ سورہ بقرہ اور سورہ فاتحہ کے درمیان ربط ومناسبت بیان فرماتے ہیں کہ جو حضرات ربط کے قائلین ہیں ان کے نزدیک سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ میں ربط ومناسبت یہ ہے کہ سورت فاتحہ میں صراط مستقیم کا مطالبہ ہے اور سورت بقرہ میں اس کی منظوری ہے کہ تم نے جو ہدایت مانگی تھی وہ میں نے اس کتاب کی شکل میں تمھیں دے دی ہے۔(10)

ربط سوروآیات میں مولانا حمید الدین کی تحریری وتقریری خدمات:

مولانا حمید الدین فراہیؒ ان شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی خدمات ہر پہلو سے اپنے بشری استطاعت اور طاقت کے مطابق سرانجام دیئیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے انھیں علم وفضل، ذہانت اور ذکاوت کی بلندیوں پر فائز فرمایا۔ مولانا سلیمان ندویؒ مولانا حمید الدین فراہیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مولانا حمید الدین فراہیؒ ان علماء میں سے تھے جنہوں نے فلسفہ حال کے متعلق نفیًا یا اثباتًا جو کچھ تقریر اور تحریر کے ذریعہ سے بیان فرمایا وہ ان کا ذاتی تحقیق اور ذاتی علم ومطالعہ تھا۔ جو شخص بھی مولانا حمید الدین فراہیؒ کی تصنیفی عنوانات پر نظر ڈالے تعجب میں پڑ جائے گا۔ (11)

مولانا حمید الدین فراہیؒ کو اللہ تعالیٰ نے اس فن یعنی "ربط ومناسبت" میں اجتہادی ملکہ عطاء فرمایا جس کی بنیاد پر انہوں نے تقریری اور تحریری دونوں قسم کی خدمات سرانجام دیں۔ بسا اوقات ایک شخص اس وقت تک کسی فن میں مہارت حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ اس فن کو تدریسی قلب میں نہ ڈالے لیکن مولانا حمید الدین فراہیؒ نے مختلف جگھوں پر تدریسی خدمات بھی سرانجام دیئیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس فن میں ایک کامل استعداد سے نوازا اور قرآن کریم کا یہی بیان کردہ قانون الٰہی بھی ہے۔ الغرض مولانا حمید الدین فراہیؒ بھی اسی قانون الٰہی پر عمل کرتے ہوئے اس مقام کو حاصل کیئے ہوئے ہیں۔ چونکہ آپؒ نے علم وتعلیم کی تکمیل کے فورًا بعد تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔

مولانا حمید الدین فراہیؒ نے تحریری زندگی تقریر ہی سے شروع کی کیونکہ آپؒ کی تدریسی اور عملی زندگی کا آغاز کراچی میں ہوا آپؒ نے کراچی میں 1897ء سے 1904ء تک پڑھایا اور اسی فرصت کو غنیمت جان کر اپنے تقریر وتدریس کو تحریر کے قالب میں ڈالا، اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی تفسیر اور علم قرآن پر متعدد تصانیف کو اسی دور میں تحریر کیا۔ چونکہ آپؒ کی تدریسی زندگی بھی کافی اداروں میں گزری جن میں وہ اپنے طرز ومنہج کے مطابق پڑھایا کرتے تھے۔ آپؒ کا مزاج ہی قرآن کریم سے متعلق تھا اور پھر خصوصاً نظم قرآن، کیساتھ تو آپؒ کا خصوصی شغف تھا، لہٰذا آپؒ نے کراچی کے بعد ایم اے او کالج علی گڑھ میور سینٹرل کالج الٰہ آباد اور عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن جیسے نمایاں تعلیمی اداروں میں پڑھایا۔ 1919ء میں مولانا حمید الدین فراہیؒ اپنے آبائی وطن کی طرف لوٹ آئے اور آخری وقت تک مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر کی نظامت کو اہتمام سے تقریباً گیارہ سال تک سرانجام دیتے رہے۔(12)

مذکورہ عبارات سے یہ بات روزروشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ مولانا حمید الدین فراہیؒ کے تدریسی اور تقریری خدمات تقریباً 33 سال سے متجاوز ہیں جس میں انھوں نے ربط ومناسبت سوروآیات کو تقریر کے ذریعہ سے بیان فرمایا ہے اس کے ساتھ ساتھ اسی تقریر کو تحریر کے قالب میں ڈالا بھی۔

ذیل میں ان کی چند اہم کتب سے ان کے تحریری و تقریری خدمات در بار ربط و مناسبت سور و آیات کا جائزہ لیتے ہیں۔

نظام القرآن و تاویل الفرقان بالفرقان:

مولانا حمید الدین فراہیؒ فرماتے ہیں کہ میرا اصل موضوع ہی ربط و مناسبت سور و آیات ہیں جس کو وہ نظم کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ مولانا حمید الدین فراہیؒ نے جو کچھ پڑھایا اس کو تحریری قالب میں تفسیر نظام القرآن کی شکل میں پیش فرمایا۔ اگرچہ یہ تفسیر چند سورتوں پر ہی مشتمل ہے لیکن انہوں نے جس سورت کی بھی تفسیر تحریر کی ہے اس سورۃ کا ما قبل اور مابعد کے ساتھ ربط و مناسبت کا مکمل اہتمام کیا اور کبھی کبھی سورۃ کی اختتام پر فرماتے ہیں کہ: "ویتضح لک ربط هذا السورة ببعضها ببعض کل الاتضاح بعد تفسیر کلهن ذالک" ([13])

یعنی آپ کو اس سورت کاملہ کا ربط و مناسبت جو سورت کی بعض حصہ کے ساتھ ہے مکمل طور واضح ہو گیا ہو گا۔

اس طرح مولانا حمید الدین فراہیؒ تفسیر قرآن میں ربط و مناسبت کو سور و آیات اللہ کی ایک نعمت اور احسان گردانتے ہیں اسی لئے آپؒ کے شاگردوں میں بھی اس کا خصوصی ذوق و شوق منتقل ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ آپؒ کی تقریری خدمات کو انہوں نے مزید اضافہ کے ساتھ آگے بڑھایا اور اپنے استاد محترم کے نقش و قدم پر چلتے ہوئے غور و تدبیر کے ساتھ تحریری شکل میں ان کے کام کو آگے منتقل کیا۔

تدبر قرآن:

جیسے کہ اوپر کی سطور میں یہ بات واضح ہوئی کہ مولانا آمین احسن اصلاحیؒ کے تقریر و تحریر پر مولانا حمید الدین فراہیؒ کا عکس ہے جیسے کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ "تدبر قرآن پر میں نے اپنی زندگی کے پورے 55 سال صرف کئے ہیں۔ جس میں 23 سال صرف کتاب کی تحریر و تسوید کے نذر ہوئے ہیں اگر اس کے ساتھ وہ مدت بھی ملا دی جائے جو استاد محترم نے قرآن کریم کے غور و تدبر پر صرف کی ہے اور جس کو میں نے اس کتاب میں سمونے کی کوشش کی ہے تو کم و بیش یہ ایک صدی کی قرآنی فکر ہے جو آپ کے سامنے "تدبر قرآن" کی صورت میں پیش خدمت ہے۔"

اگرچہ میں اپنے فکر کو حضرت الاستادؒ کے فکر کے ساتھ ملانے کو ادبی خیال کرتا ہوں لیکن چونکہ واقعہ یہ ہے کہ میں نے تمام عمر اپنے استاد کے سر میں سر ملانے کی کوشش کی ہے اور میری فکر اور فکری جنبش حضرت الاستاد کے فکر کا قدرتی نتیجہ کے طور پر معرض وجود میں ظاہر ہوا ہے۔ اس وجہ سے اپنے فکری نتائج کو ان کے ساتھ جوڑنے کی جسارت بھی کر رہا ہوں۔([14])

مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ تدبر قرآن مولانا حمید الدین فراہیؒ کے فکر کا نتیجہ ہے جسے مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے قلمبند کیا۔ اس لئے وہ تدبر قرآن کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ اس راہ یعنی ربط و مناسبت سور میں خصوصاً اور دیگر نظم قرآن میں عموماً سب سے پہلے کامیاب کوشش کی سعادت میرے استاد محترم مولانا حمید الدین فراہیؒ کو حاصل ہوئی۔ مولاناؒ نے واقع اس کے حق میں انتہائی مؤثر و دل نشین دلائل بھی دیئے اور متعدد سورتوں کی ربط و مناسبت اور تفسیر بھی لکھی۔ جس کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہر سورت نہایت حسین نظم کا انتہائی دل آویز پیکر ہے۔

نظم القرآن پر مولاناؒ کا ایک مستقل رسالہ بنام "دلائل النظام" سے موسوم ہے۔ مولاناؒ کی تفسیر کے کچھ اجزاء اور مقدمہ عربی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں جس کے مطالعہ سے درجہ ذیل دو باتوں کا اعتراف کیے بغیر قاری نہیں رہ سکتا۔

ایک تو یہ کہ قرآن مجید کے اندر نظم سے انکار کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کریم کے معارف اور حکم کا اصل خزانہ در حقیقت اس نظم کے اندر ہی پوشیدہ ہے۔

اگر مولانا حمید الدین فراہیؒ کو اللہ تعالیٰ نے اتنی مہلت دی ہوتی کہ وہ اپنے اصول کے مطابق اپنی تفسیر مکمل کر پاتے تو یہ چیز ہر مخالف کے اوپر حجت قائم کر دیتی لیکن ہماری محرومی یہ ہے کہ ان کی تفسیر کا بہت تھوڑا حصہ لکھا جا سکا اور بڑی سورتوں میں سے کسی ایک کی بھی تفسیر مکمل نہ کر سکے۔ یہ چیز بعض لوگوں کے ذہین میں کھٹک پیدا کرتی ہے کہ ممکن ہے مولانا حمید الدین فراہیؒ کو چھوٹی سورتوں کی ربط و مناسبت بیان کرنے میں

جو کامیابی ملی وہ کامیابی ان کو بڑی سورتوں کے نظم کھولنے میں نہ ہوتی، اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض بڑی سورتیں مثلاً سورت البقرہ اور آل عمران میں بظاہر نظم کی جو مشکلات نظر آتی ہے وہ چھوٹی سورتوں میں نہیں ہے خاص طور پر سورت البقرۃ کو تو یوں سمجھے کہ یہ سورۃ ہمت شکن مشکلات کا مجموعہ ہے۔ میں نے اس خیال وفکر سے جب تفسیر پر کام شروع کیا تو اس کا آغاز سورۃ الفاتحہ سے کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے رہنمائی اور توفیق بخشی تو میں سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران کی مشکلات کو حل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا اور یہ چیز لوگوں کا تردد دور کرنے میں مؤثر ثابت ہو گا۔(15)

مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات واضح ہوئی کہ مولانا آمین احسن اصلاحیؒ مولانا حمید الدین فراہیؒ کے ان شاگردوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنی فکر کو نتیجہ فکر فراہی قرار دیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا آمین احسن اصلاحیؒ نہ صرف خود ایک فاضل شخصیت تھے بلکہ اپنے استاد کے معتقد بھی تھے۔ انھوں نے اپنے استاد کے طرز و منہج کو اختیار کیا خصوصاً نظم قرآن کریم میں عموماً اور ربط ومناسبت سور وآیات میں خصوصاً کیونکہ مولانا آمین احسن اصلاحیؒ کی تفسیر تدبر قرآن میں ربط سور وآیات کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔ آپؒ کا طریقہ کار یہ ہے کہ جب بھی کسی سورۃ کی تفسیر کا آغاز کرتے ہیں تو پہلے چند چیزیں اس میں بیان فرماتے ہیں اور وہ یہ کہ اس سورۃ کی تفسیر میں ربط سور وآیات کا خصوصی التزام کیا گیا ہے جس کا طرز وطریقہ و منہج مولانا حمید الدین فراہیؒ کا ہے۔ لہٰذا یہ بھی مولانا حمید الدین فراہیؒ کے ربط سور ومناسبت آیات میں ان کی تقریری خدمات کی تحریری شکل ہے جسے تدبر قرآن میں پیش کیا گیا ہے۔

دلائل النظام:

مولانا حمید الدین فراہیؒ کی ربط سور وآیات کی خدمات کی صف میں ایک اور کتاب دلائل النظام بھی شامل ہے۔ اس کتاب میں مولانا حمید الدین فراہیؒ نے اپنے فکر "نظم قرآنی" کی مکمل دفاع فرمائی ہے اور یہ ثابت کرنے کے کوشش کی ہے کہ نظم قرآن ایک حقیقت ہے اور اس کا فہم فضل الٰہی ہے۔ اس تصنیف میں انہوں نے ربط سور وآیات کے مثالیں بھی پیش کی ہے مثلاً وہ اس کتاب کے موضوع کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ھومعرفة النظم فی معانی الایات والسور، ھو الموضوع لکتابنا ھذا ،واما نظم القران من انه علی ترتیب کان فی عھد النبیﷺ فھو امر لا یشک فیه الا من جھل بالتاریخ فان السور کلھا کانت تقرء فی الصلوة فی عھد النبیﷺ وصل ھذا حد التواتر الخ"

یعنی اس کتاب "دلائل انتظام" میں میرا موضوع ربط ومناسبت کو پہچاننا ہے، آیات اور سورتوں کے معانی میں یہی کتاب اصلی ہدف اور موضوع ہے اور نظم قرآن بھی اسی ترتیب پر ہو جو نبی ﷺ کے زمانہ میں تھی۔ لہٰذا یہ ایک ایسا امر ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں ہے بشرط یہ کہ اسے تاریخ معلوم نہ ہو کیونکہ قرآن کریم کی تمام سورتیں نبی ﷺ کے دور میں نماز میں پڑھی جاتی تھیں۔ اور یہ بات حد تواتر تک پہنچ چکی ہے۔(16)

خلاصہ بحث:

مولانا حمید الدین فراہیؒ جو کہ اپنے دور میں علوم قرآنی کے امام الوقت تھے نے تفسیری قرآن میں بعض نئے علوم متعارف کروائے اور ان خدمات میں ان کا سب سے منفرد کام اور فلسفہ "نظمِ قرآن" ہے یعنی کہ ہر سورت ایک مستقل طور پر منظم ومرتب کلام ہے اور ہر سورت اپنے مضمون کے لحاظ سے ماقبل اور مابعد سورت سے ایک منظم انداز میں مرتب ہے۔ مولاناؒ نے اپنی دقتِ نظر، فکرِ عمیق اور علوم کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قرآن کریم کی خدمات کو ایک نئے انداز میں پیش کیا اور اپنے آنے والوں کے لیے علم کی نئے راہوں کو کھول دیا لیکن بدقسمتی سے علامہ فراہیؒ اپنے تصورِ نظم کو سوائے چند سورتوں کی تفسیر کے مکمل نہ کر سکے اور اس دارِ فانی سے رخلت فرماگئے۔ آپؒ کی وفات کے بعد آپؒ کے شاگرد مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے آپؒ کے تصورِ نظم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے آگے بڑھانے کی مکمل کوشش کی۔ آپؒ نظم قرآن پر اس قدر زور دیتے کہ شانِ نزول تک کو سیاق قرآنی سے اخذ کرنے کا نظریہ رکھتے اور کسی خارجی ذریعہ (صحیح حدیث) کو بھی قبول نہ کرتے۔

علامہ حمید الدین فراہیؒ کے برعکس مولانا حسین علی الوانیؒ جن کا تعلق میانوالی سے تھا اپنے تصورِ نظم کو مکمل قران پر منطبق کرنے میں کامیاب رہے۔ آپؒ نے اپنے تصورِ نظم کو نہ صرف خود منقح کیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے شاگردوں میں بھی اس کی سبقاً سبقاً تعلیم دیتے رہے۔ مثلاً آپؒ کے نزدیک کسی بھی سورت کا داخلی نظام درجہ ذیل عناصر کے ذریعے سے پائے تکمیل کو پہنچتا ہے۔

i. دعوٰی سورت
ii. دلیل
iii. تنویری دعوٰی
iv. تخویف
v. تبشیر
vi. شکوٰی
vii. تسلیہ یا تسلیہ
viii. امور مصلحہ
ix. اندماج
x. ادخالی الٰہی
xi. ثمرہ
xii. تمہید
xiii. تتمہ
xiv. اعادہ برائے عہد
xv. خاتمہ

الغرض مولاناؒ کے نزدیک ایک سورت مذکورہ نظمی عناصر سے ترکیب و تنظیم کے بعد وحدت کی شکل اختیار کرتی ہے۔ مولانا حسین علی الوانیؒ نے اپنے بیان کردہ تصورِ نظم کو جس انداز میں پورے قرآن پر منطبق کر کے دکھایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپؒ نے شانِ نزول اور صحیح روایات کو اس قدر ملحوظ رکھا کہ کہیں بھی انکارِ حدیث کا شائبہ نہیں ہوتا۔ آپؒ کے تصورِ نظم کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپؒ اور آپؒ کے تلامذہ میں دعوٰی سورت اور عناصر نظمی کو بیان کرنے میں اختلاف موجود نہیں ہے۔ زیر نظر مقالہ "ربط سور و آیات سے متعلق حمید الدین فراہیؒ اور مولانا حسین علیؒ کے تفسیری مناھج کا تحقیقی اور تقابلی جائزہ" جو کہ چار ابواب اور ذیلی فصول پر مشتمل ہے میں راقمہ نے مولانا حمید الدین فراہیؒ اور مولانا حسین علی الوانیؒ کی "نظم قرآن" میں خدمات کو پیش کیا اور ان کے تفسیری مناہج کا تحقیقی اور تقابلی جائزہ کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات

[1]۔عبد الروٗف، القول السدید فی تفسیر القرآن المجید، ج1، ص21

[2]۔ابن منظور الافریقی، لسان العرب، داراحیاء التراث العربی، بیروت، طبع1988ء، ج3، ص195

[3]۔ ضلع سہانپور کا ایک قدیم قصبہ گنگوہ ہے جو کہ عرصہ دراز سے اولیاء اللہ کا مولد اور مدفن رہا۔ قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بھی اسی قصبہ کے محلہ سرائے متصل خانقاہ حضرت شاہ عبد القدوس صاحب گنگوہیؒ، مولانا ہدایت صاحب کے ہاں 6 ذی قعد 1244ھ بروز شنبہ بوقت چاشت پیدا ہوئے۔ آپؒ کا سلسلہ نسب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپؒ اپنے وقت کے فقہ اور حدیث کے امام رہے۔9 جمادی الثانی 1323ھ بمطابق 11 اگست 1905ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ بخاری، حافظ محمد اکبر شاہ، اکابر علماء دیوبندؒ، ادارہ اسلامیات، جنوری 1999ء، ص27

[4]۔حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ بن حافظ لطف علی بن محمد حسن صدیقی حنفی نانوتویؒ حدیث و فقہ کے عظیم علماء کرام میں سے تھے۔ آپؒ 1823ء میں ضلع سہارنپور کے قصبی نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور اس کے بعد مزید تحصیل علم کے لیے دہلی کا سفر کیا۔ تحصیل علم کے بعد اجمیر کالج میں تدریسی خدمات سر انجام دیتے رہے اس کے بعد آگرہ کالج میں بحثیت استاد رہے۔ 1283ھ میں مولانا سعادت علی سہانپوریؒ نے سہارنپور میں ایک مدرسہ جاری کیا جس کے صدر مدرس آپؒ کو مقرر ہوئے اور آخری عمر تک اپنی تدریسی خدمات یہی سر انجام دیتے ہوئے 24 ذی الحجہ 1302ھ بمطابق 1885ھ کو رحلت فرمائی۔ ایضاً، اکابر علماء دیوبندؒ، ص38

[5]۔تفسیر جواھر القرآن، ج1، ص2 ۔

[6]۔ محمد یوسف، ابوالفتح، سوانح مولانا حسین علیؒ، مکتبی وحیدیہ، رحیم یار خان، ص221

[7]۔ محمد الیاس، میاں، مولانا حسین علی حیات وخدمات،، اشاعت اکیڈمی پشاور، ص5

[8]۔ مولانا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ، انوالبیان فی اسرار القران، مقدمہ ، انارکلی لاہور،، ص30

[9]۔ راشدی، مولانازاہد، مقدمہ تفسیر ذخیرۃ الجنان، گوجرانوالہ، پاکستان، ص60

[10]۔ صفدر، مولانا سر فراز خان، ذخیرۃ الجنان، ناشر، میر محمد لقمان، سٹیلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ، ص44،

[11]۔ ناصر اصلاحی، عبدالرحمن، مختصر الحیات حمید الدینؒ، معارف اعظم گڑھ سطن، ص10

[12]۔ الرحمن، مولانالطیف، مولاناحمید الدین فراہی رحمہ اللہ، کے حیات وخدمات ، انارکلی، لاہور، ص156

[13]۔ فراہی، مولاناحمید الدینؒ، نظام القرآن وتاویل الفرقان بالفرقان، فاران، ص242

[14]۔ اصلاحی، امین احسن اصلاحی، دیباچہ تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور پاکستان، ص8

[15]۔ایضاً، تدبر قرآن، ج1، ص20

[16]۔ ایضاً، دلائل النظام، ص81